برف کا لحاف

ڈاکٹر شبنم عشائی

برف کا لحاف

ڈاکٹر شبنم عشائی

بے لباس نظموں کی ملکہ

مرزا غالب نے کیا خوب کہا ہے:

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غالب! مرے اشعار میں آوے

شبنم عشائی کی نظموں کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ انسانی کرب و احتجاج کا ایک الاؤ سلگ رہا ہے۔ اس میں سرخ انگارے الفاظ کی صورت دہک رہے ہیں۔ شبنم اس میں سے بے لباس لفظوں کو نکال کر اپنے سینے میں اتار لیتی ہے اور پھر انہیں اپنے احساس کی شدت سے نظم بنا کر قاری کے سینے میں اُتار دیتی ہے۔ اب قاری اپنی سوچ اور سمجھ کے مطابق ان بے لباس نظموں کو لباس پہنا سکتا ہے۔

شبنم کی ان نظموں کو پڑھتے ہوئے میں نے یہی محسوس کیا ہے کہ ہر نظم معنی و مفاہیم کا بھرپور خزانہ ہے۔ شاعرہ نے نظم کہہ کر آپ کے سامنے رکھ دی اور دور جا کر بیٹھ گئی ہے۔ اسے سمجھنا اور سمجھانا آپ کی ذمہ داری ہے۔ آپ اپنی سوچ و سمجھ کے مطابق اس خزانے سے معنی نکالتے رہیے۔ بس اتنا دھیان رہے کہ نظمیں معاشرے میں کرب و احتجاج کے دہکتے سلگتے الاؤ سے اخذ کی گئی ہیں۔ بے لباس نظموں کی ملکہ شبنم عشائی کی یہ چھوٹی سی نظم دیکھیے:

زندگی
جس پہ تم مرتے ہو
مجھے کیوں نہیں دِکھتی

— چندر بھان خیال
نئی دہلی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

برف کا لحاف

شبنم عشائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برف کا لحاف

ڈاکٹر شبنم عشائی



تفہیم پبلی کیشنز، راجوری (جموں کشمیر)

BARF KA LIHAF

BY: SHABANAM ASHAI

ISBN: 978-93-95669-82-5

نام کتاب	:	برف کا لحاف
شاعرہ	:	ڈاکٹر شبنم عشائی
سالِ اشاعت	:	2022ء
سکونت	:	تا پر پٹن۔ کشمیر
کمپوزنگ	:	نسیم اختر (6005290480)
قیمت	:	500/-
زیرِ اہتمام	:	تفہیم پبلی کیشنز، راجوری

انتساب

والد محترم

جناب غلام رسول عشائی

کے نام

جو میری زندگی کی دھڑکنوں میں

شامل رہے۔

فہرست

والد کی رحلت پر

کووڈ ۱۹



محمد یوسف ٹینگ

پیش کلام

شبنم عشائی کی وارداتِ شعر کی ایک شناخت اُس کا اختصار ہے۔ اس کو انسانی جذبے سے جس کی یہ ترجمانی کرتا ہے، فطری مماثلت ہے جو ایک لہر اور نہ ایک موج کی طرح اُبھرتا ہے۔ بلکہ یہ ایک بُلبُلے کی مانند ہے جو انسانی وجود کی گہرائیوں سے اُٹھ کے من بانی کو چھوٹے کوزوں میں سمو کر پھر اپنی گہرائیوں میں پناہ گزین ہو جاتا ہے۔ اِن نظموں کا سرگم اِن کی ذو معنی بے ترتیبی سے عبارت ہوتا ہے۔ جو قواعد کی ہتھکڑیوں میں بند ہونے سے اِنکار کرتا ہے۔ یہ بالکل وہی کیفیت ہے جس کا اِشارہ آج سے کوئی آٹھ سو سال پہلے شبنم عشائی کی ہم صنف اور دور کی پردادی لل دید نے دیا تھا۔

نٕرس نہ سانٛس، پڑس رُمس
سُے مس میہ چیوٚ پنہ نے داکھ
اندرم گٹکھ ژٹھ تہ وولم
ژٹھ تہ دیوٚنس تی تھے چاکھ

(نہ میں نے اُس کو لبھایا نہ اُس سے اُمید رکھی بلکہ اپنے کہے کی مدھیرا میں برابر پیتی رہی۔ میں اِس طرح اپنے اندر کا ظلمات باہر کھینچ لائی اور (اُس کو) سختی

سے جکڑ کر پاش پاش کر دیا۔)

شبنم اُس زمانے کی سخن گو ہے جب نیوکلیر بموں کے عفریت اپنی محفوظ گھپاؤں میں زمین کے شاداب سیارے کو ہڑپ لینے کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ اُس دور کی شاعری جب انسانوں کی پیدا کردہ Pollution زندگی اور اس کی حیات نوازی کو نابود کرنے کے لئے دن رات جتن کر رہی ہے۔ لہٰذا شبنم ردیف اور قافیے کی فرسودہ مگر مضبوط ہتھکڑیوں کو توڑ کر انسانی اور خاص طور پہلے سے خود آدمی کی عورت آزادی کے خلاف ایک بڑی دیوار کھڑی کرنا چاہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سخن سازی کا قلب ہی نہیں اس کا قالب بھی الگ ماہیت کا ہوگا۔

مصیبتیں\
جو تھکن\
میری جان میں چھوڑ چکی ہیں\
وہ میں تمہیں کیسے دکھاؤں\
حیلۂ بے وفائی کے انبار رہنے دو\
بس تھکاوٹیں ہیں\
مصیبتوں کی

شبنم کی شاعری حسیت (غنائی سرائی کو چھٹک کر) ایک نئی بوطیقا کو مرتب کر رہی ہے اور اُس کا قاری بھی اس نئی Poetics سے ہم آہنگ ہو کر اس کے داخلی سنگیت کو من میں اُتار رہا ہے۔

شبنم کا ایک اور وجہ سے میں ذاتی طور ممنون ہوں کہ اُس نے میری ایک فریاد سے جو مجھے اپنی اُردو دُنیا سے تھا۔ ایک حد تک مطمئن کر دیا ہے۔ راقم بار بار پکارتا رہا ہے کہ اُردو دنیا اُردو کے مکتبِ کشمیر کو خاطر میں نہیں لاتی بلکہ اکثر و بیشتر نظر انداز کر دیتی ہے۔ شبنم عشائی کو برصغیر کے علاوہ وسیع تر اُردو دُنیا نے مانا جانا، سراہا اور تسلیم کیا ہے۔ جن میں اس دنیا کے ایسے شناور اور دیدہ ور شامل ہیں۔

گوپی چند نارنگ ـــــ، شمیم حنفی، محمود ہاشمی، نظام صدیقی، عطاالحق قاسمی، زبیر رضوی،

صلاح الدین پرویز، کشور ناہید، نصیر احمد ناصر، فیاض رفعت، محمود شام، شافع قدوائی، چندر بھان خیال، ساحل احمد، حقانی القاسمی، شکیل اعظمی اور بہت سے دیگر، شبنم عشائی کشمیر کے مایہ ناز فارسی شاعر ملا طاہر غنی عشائی کے قبیلے سے تعلق رکھتی ہیں۔ غنی کو ایران سمیت ساری فارسی دنیا جانتی اور مانتی ہے۔ میرے ذاتی کُتب خانے میں ان کے کلام کا روسی ترجمہ موجود ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ ابھی ہم شبنم سے شاعرانہ برسات کے اور بھی کئی سُہانے موسم دیکھیں گے اور اُس کی سخن سرائی کی شفق اور زیادہ نکھر کر ہمیں نوازے گی اور وہ ہمیں مرزا غالب کی اِس خوش اندیشی کی سچی تعبیر و تفسیر کی پیکر تراشی کا عمل دکھائے گی۔

بہ قدرِ ذوق نہیں ظرفِ تنگنائے غزل
کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے



شموئل احمد

شبنم عشائی کی نظمیں

شبنم عشائی نے نظمیہ شاعری کے باب میں اپنی پہچان الگ بنائی ہے۔ان کی شاعری عام نسائی شاعری سے مختلف ہے۔بہ قول شبنم ان کی نظمیں ان کی ذات کا اقرار نامہ ہیں۔اصل میں شبنم نے جسم اور روح کے اسرار کو اپنی داخلیت میں جذب کیا ہے اور اظہار کی مختلف کائنات خلق کی ہے۔وہ صوفی شاعرہ ہیں۔ان کے لہجے میں وجودی فکر سے وابستگی کا اسرار چھپا ہوتا ہے۔شبنم کی نظمیں زندگی کی کتاب لکھتی ہیں جس کے اوراق کہیں تصوف سے روشن ہیں کہیں وجودیت کے کرب میں ڈوبے ہوئے ہیں کہیں کشمیر کے آنسوؤں سے بھیگے ہوئے ہیں حیات و کائنات کے انتشار کو انہوں نے اپنی روح کی گہرائیوں میں سمیٹا ہے۔شبنم کی شاعری اپنی ذات کے آئینے میں کائنات کو دیکھنے کی کوشش ہے۔ان کی شاعری میں وصل کی راحتوں کا لمس نہیں ہے بلکہ ذات کی شکستگی کا رنگ نمایاں ہے ان کے یہاں تصوف بھی ہے ترقی پسندانہ تیور بھی ہے، جدید اور مابعد جدید لہجہ بھی ہے۔ان کے لہجے میں پراسراری خرگوشی چھوئن ہے۔ان کی نظمیں برف میں ڈوبی ہوئی انگلیوں سے آہستہ آہستہ چھوتی ہوئی گزرتی ہیں۔شبنم عشائی کی نظموں سے گزرتے ہوئے ایسا احساس نہیں ہوتا کہ یہ دانستہ تحریر کی ہوئی ہیں بلکہ ایسا لگتا ہے یہ نظمیں جمالیاتی آہنگ کے ساتھ وارد ہوئی ہیں۔یہ وجود کی نفی بھی کرتی ہیں اور وجود کا اثبات بھی۔ان کی بیشتر نظمیں خود کلامی کا طرز اختیار کرتی ہیں۔ ان کی نظموں کے عنوان بھی نہیں ہوتے۔خود شبنم عشائی کے حوالے سے بات کی جائے تو ان کی نظمیں لاحاصل میں حاصل کا موتی ڈھونڈتی ہیں، شکست میں فتح کا چہرہ دیکھتی ہیں اور ڈوبتی سانسوں میں زندگی کا رمز تلاش کرتی ہیں۔فنا میں بقا اور بقا میں فنا دیکھتی ہیں۔شبنم کی نظموں نے میرا کی طرح بیراگن کا روپ دھارا ہے۔ان کی شاعری گلدان میں سجے باسی پھولوں کو تازگی ندرت اور تحیر کے احساس سے بھر دیتی ہے اور دعائیہ گیتوں کی سمفنی بن کر دلوں میں گونجتی رہتی ہے۔

OO

☙

میرے پاس
ایک ان کہی نظم ہے
جو مجھے
سفر پہ لے جاتی ہے

○○

ح

زندگی

جس پہ تم مرتے ہو
مجھے کیوں نہیں دِکھتی

OO

م

میں جینا نہیں جانتی

کیونکہ

مجھے کچھ نہیں آتا

○○

☙

تمہاری یاد کا چہرہ
جسم سے چھپ کر
میرے من میں
کئی روز سے رو رہا ہے

OO

مجھے مٹانے کے
تمہارے جتن
رائیگاں نہ جایں کہیں
میں اپنی آواز دان میں دیکر
خاموشی پہن رہی ہوں .....

OO



نظم میرے سرہانے ہے
کروٹ لوں
تو جاگ جائے گی
اور میرے یخ بستہ خوابوں میں
جم جائے گی .....



Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure



من کی مٹھی میں دبی محبت
دبی کی دبی رہ گئی
جیسے کھوٹہ سکہ ہو ...
عشق کے بازار میں
محبت کا سکہ نہیں
شاطر ہونا لازم تھا ...



ہجر

جب سے

خوشبو سے میرا عشق ہوا ہے

نظم میرا محبوب مشغلہ ہے

OO

ھو

حیات کے جل بجھنے میں
جتنی بھی کپاس راکھ ہوئی
کائنات کے گھاؤ بھرنے میں لگ گئی

OO

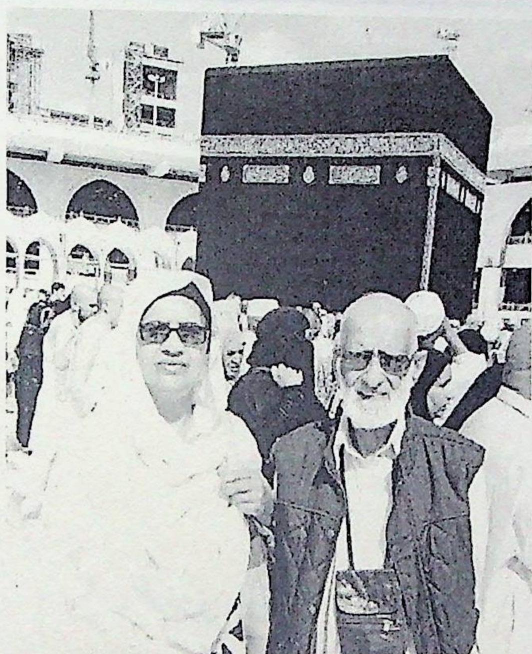
میں ان مسکراہٹوں کی ماں ہوں
جو تم نے اپنے چہرے پہ سجا رکھی ہیں
میرا من اداسی میں برباد ہو چکا ہے
لیکن میں نے اُسکے ہونٹوں پہ
ایک مسکراہٹ نہ رکھی .....

OO

ہم

نظم کھڑی ہوئی تو تھی
جماعت نہیں ہوئی
اذان
سبھی مسجدوں میں
اکٹھے ہی
شروع ہوئی
کسی موذن کی
سمجھ نہیں آئی

OO



والد کے ساتھ مکے میں (۲۰۱۹ء)



والدہ کے ساتھ مسجد نبوی (۲۰۱۵)

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure



مسجد نبوی، مدینہ (۲۰۱۶)



مسجد نبوی کے صحن میں، مدینہ (۲۰۱۸ء)

✿

زندگی
میں تیرے مصرف میں نہیں
لغت میں بند
ایک شبد ہوں
زندہ کیسے ہو جاؤں ؟

OO

شاطر مٹھیوں میں دب رہی ہوں
چالاکیاں مجھے نچوڑ رہی ہیں
میرا وجود اُس ململ سا ہو رہا ہے
جس کا کوئی تانا اور نہ بانا ہو

○○



ایش ٹرے بھر جائے
تو دیکھنا
یہ تمہاری سگریٹ سے جھڑی
کوئی راکھ نہیں
کرب ہے میری روح کا .....



تمہارے بدن کے ہاتھ
اُس شبد سے
کچھ بھی تراش لیتے ہیں
جو میرے من کے ہونٹوں سے
گرتا ہے .....

OO

~

ڈرنا سہمنا
دل کا دھڑکنا موقوف کرنا
معمول بن جائے تو ؟

OO



میرے سر پہ
جو چھتری ہے
اس میں کوئی کپڑا نہیں
بس تیلیاں ہیں



نظم

میرے بدن سے تکتی نسیں
تمہارے لبوں کی چھون سنبھالے
مجھ سے اکثر پوچھتی ہیں
وہ عطائیں عطا کی
کیا محبت نہیں تھی ؟

OO

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

۶

کدھر سے ہوا چلی
دستار اجداد کے اُڑا کر
سرک گئی کہاں سے ؟

OO

ھو

شناخت

گھر میں جو اُن کی ہوتی
یوں بازاروں میں
نہ ڈھونڈتیں پھرتیں
وہ اپنے
...... Name Plate

OO

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بدن نڈھال ہو گیا
روح کے طواف میں
پہنا لباس کھو دیا

OO

کسی دل میں نہیں
روشنائی میں دھڑک رہی ہوں
اپنوں نے پناہ لی ہے
پنوں میں کاغذ کے
سوائے پھیلنے کے
کیا کروں ؟

OO

ھو

تمہاری محبت

بارش کی وہ بوندیں ہیں

جو بادہ ڈال سکتی ہیں

اُس کی راہ میں!

وہ اپنی زبان کا

Wiper بنا کے

زندگی کے Screen سے

ہٹاتی ہے تمہیں لگاتار............

OO

محبت تمہارے در پہ
خوار ہوتی ہے بار بار
تم بہن بیٹی ماں
سب کو گاڑھ دو
محبت پھر نظر نہ آئے گی
کبھی اپنے در پہ

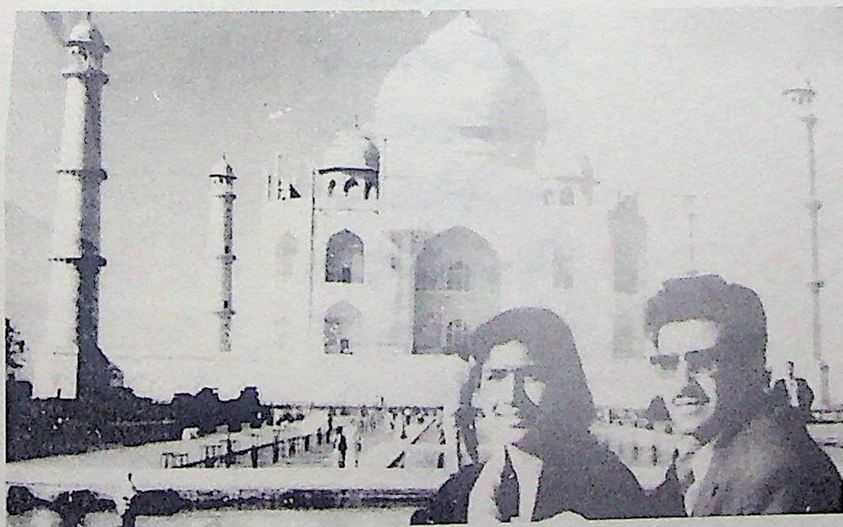
○○

یہ پگڈنڈیاں
بناتے بناتے
تمہارے ہاتھ
کیا ہوئے ہوں گے
میرے پیر
ان پہ چلتے چلتے
سہم رہے ہیں ....

OO



ساہتیہ اکادمی کے پروگرام میں دہلی (۲۰۱۴ء)
پروفیسر گوپی چند نارنگ اور پروفیسر زماں آرزدہ کے ساتھ



والدین، آگرہ میں (۱۹۶۵ء)

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure



کولکتہ میں ایک ادبی پروگرام کے دوران
نظام صدیقی، مولا بخش، احمد معراج اور دیگر ادباء کے ساتھ



مشرف عالم ذوقی، ڈاکٹر صادقہ نواب سحر، ڈاکٹر مہ جبین غزال اور ثروت خان کے ساتھ۔ پٹنہ

میں زندگی کا زخم ہوں
جب بھی کریدو
نظم جنتی ہوں !

OO

ہے

تم اپنا سارا بجٹ
France سے خوشبو منگوانے میں
صرف کرتے رہو
میں نظم میں چھپے
نافے کی خوشبو ڈھونڈنے میں
اپنا سارا وقت
اُڑا دوں گی

OO



خرچ لو

آج مجھے پورا خرچ لو
زندگی کے wallet کی سلائی
ٹوٹ رہی ہے



ھ

میرا حاصل
جو تمہاری زَد میں
راکھ ہو گیا
میرا لباس ہے
لاحاصلی کے لباس میں
لمحہ بھر
خود کو سوچو
تو مجھے جانو

OO

ہ

سلسلہ ناانصافیوں کا
ذرا بھی تھمتا
میں تمہاری کائنات میں
جھانک لیتی
میرے مولا
تمہارے بندوں نے
میرے آنسوں
سوکھنے
نہ دیئے کبھی

OO

ھجر

ذرا اپنے

بے سواد جذبوں کو

رہنے دو

ہٹا دو

خود غرضی کی تشتری

میری نظروں سے

میں نظم چکھ کے

آئی ہوں

○○



موسم کی بات کر سکتے ہیں
مزاجوں کی نہیں
محبتوں کے موسم میں
سوچ کو اپنی آنکھ سے نہیں
من کی آنکھ سے
دیکھنا چاہیے
وفا کی قربانی
سب سے بڑی قربانی ہے



ھ

دلاسہ کے پانیوں سے
داغ دھلتے نہیں
حوصلہ کے غازے سے
نشان چھپتے نہیں
پانی سا بہہ جا
داغ کے حصار سے گذر جا
جو نہیں گزرو گے
تو جمود میں
خود
داغ بن جاؤ گے

OO

ہجر

تمہاری تنگ گلی میں
میری بے قدری
رقص کرتی ہے
درد کے گھنگھرو
کھنکتے نہیں
روتے ہیں
پر کھنک درد کی
من کی پیالی میں
چھلک رہی ہے ...

○○

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure



تم جس سے لبریز ہو
چہرہ اُس کا دیکھا ہے
بہت تاریک زہریلا !
میرے چہرے کا تِل
تِل نہیں
نیل ہے اُسی زہر کا
......نہ چھلک اب
میرے شہد بھرے دل کو
اپنی تاریکی میں
...... نہ لے اب





دفتری اوقات میں، اسٹوڈیو ۳، ریڈیو کشمیر سرینگر



ریڈیو کشمیر سے مقبول عام پروگرام ''شہربین'' پیش کرتے ہوئے
اشفاق لون کے ساتھ۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure



اپنے ہم منصب رابعہ رسول، ثمینہ شاہ اور معروف النساء کے ساتھ۔



سیّد بشارت بخاری، مقصود احمد، نریندر پال سنگھ، طلحہ جہانگیر رحمانی اور ستیش ول
کے ساتھ ریڈیو کشمیر سرینگر

ص

Console وہ کھونٹہ ہے
جو مجھے باندھ تو دیتا ہے
پر پھینک دیتا ہے
میرے من کو باہر
Studio سے ......
من در بدر
بھٹکتے بھٹکتے
کھو جائے گا
Dumy Console پہ
بندھی رہے گی
Mike اپنا سر
دھنتی رہے گی ......

OO

مجھ

اُس کا من

تمہاری بصارت سے

زیادہ دیکھ سکتا......

جو وہ اپنے نہ ہونے کو کافی نہ سمجھتی

تم اُس کو اپنے مقابل کھڑا دیکھ سکتے !

جو وہ کسی پُراسرار حصار میں نہ ہوتی

تم اس کو سنہرے پانیوں میں

تیرتا دیکھ سکتے !

......لٹنے کا لطف ہو

یا ہو لطفِ بربادی

اُس کی ڈبکی

تمہارے من کی سکت سے باہر ہے ......

OO

ہج

بچپن بہن
اور جوانی
بیٹی کہلانے میں
خرچ ہو گئی
بڑھاپے کے ہاتھ
تھکی ہوئی تنہائی آئی
نہ آنسوؤں کے ٹکور سے
اِس کی تھکن جاتی ہے
اور نہ آنسوؤں کا نمک
اس کا ذائقہ بدلتی ہے
سُنا ہے
یہ آسیب اور آفت کی
اولاد ہے ......

OO



پروانے
میں کوئی شمع نہیں
جوتم بار بار
میرے ارد گرد منڈلاتے ہو!
شمع کی آنکھ سے ٹپکا ہوا
میں اک آنسو ہوں
جس میں بجھ گئیں ہیں
کئی نظمیں عشق کی
وفا کیں .....
نظموں کی راکھ
گر تم پہ لگ گئی
عشق ووفاء
کون درشائے گا ؟





مجھے زندگی کے حصار سے

باہر دیکھ
تمسخر نہ اُڑاؤ

جو میرا دل وسیع نہ ہوتا
من ''مے گذرد'' کی تسبیح نہ کرتا

تم کیا جیتے
کونسی دلکشی میں گونجتے ؟

یہ جن نیلے پانیوں میں تم تیر رہے ہو
میری بے نیازی کا سمندر ہے !
میرا ''میں'' نہ ہونے کی خوشیوں کا
لب ولعاب نچوڑ کر
تم اپنے ہونٹوں پہ
گیلی مسکراہٹیں سجاتے رہو
میں اپنے من کے آنگن میں
سارے آنسوؤں سکھادوں گی ......





سورج تم یوں ہی
مجھے فنا کرنے کے درپہ ہو
دیکھو انگڑائی نے بانہیں پھیلائی
پل بھر مجھے زندہ رہنے دو
صبح کو ذرا ٹھنڈک لینے دو
سبزہ زاروں کو بھیگنے دو
پنکھڑیوں کے لب
تر ہونے دو
سورج تم یوں ہی
مجھے فنا کرنے کے درپہ ہو
پل بھر میں
خود فنا ہو جاؤں گی
میں
اوس ہوں .....





یہ جو تم اپنی انا کو
جھڑکی کا لباس پہناتی ہو
رشتوں کو
سیلاب میں بہا رہی ہو
...... میں بہہ سکتی ہوں
اپنی نفی میں !
تمہاری انا؛ بے لباس
زندگی کی
کس گلی سے گذرے گی
ساحل تمہارے قدموں تلے
کب تلک رہے گی
..... سیلاب
ساحل کا لباس
دلدل سے بُنتے ہیں





بغل میں کوئی نہیں
بھیانک گہرا کہرا ہے
کہرا پھندہ لگاتا ہے میری حلق میں
اور خوف نگل رہا ہے
میرے ہونٹوں سے لفظ !
سڑک گاڑی کی رفتار سے
قدم ملا رہی ہے......
کہرا اُسی رفتار سے
میرے وجود میں پھیل رہا ہے
گاڑی کے ٹھہر جانے پر
سورج ڈھل چکا ہوگا
یعنی شام سے پہلے
مجھے جم جانا ہوگا
برف کی قلم جیسے !



ہجر

اُنہیں معلوم ہے دنیا کا ہُنر
وہ لیتے ہیں مزہ
باندھ کے پرندوں کے پر
تم کا ہے
ترستی بانہیں اکیلی راتیں
اور ادھوری باتیں
پروتی ہو
وفا کے انمول دھاگوں میں !
وہ بے وفائی سنجونا
جانتے ہیں
تم وفا کو ادھیڑنا شروع کردو
وہ مہارت رکھتے ہیں
رشتے ادھیڑنے میں
تم فرار جینا
سیکھ لو ......

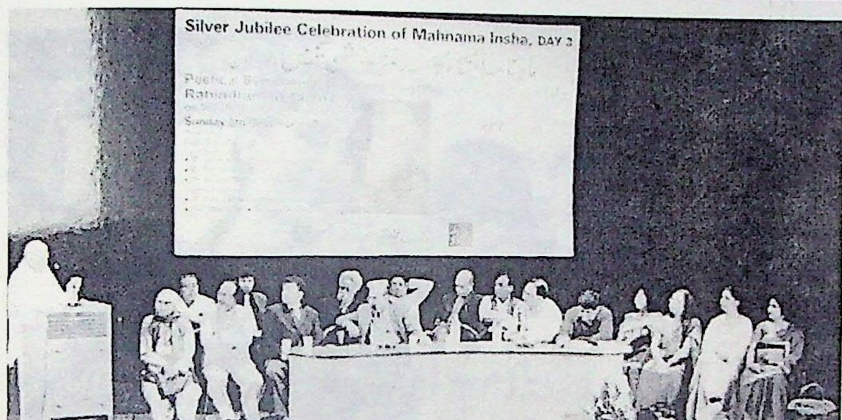
OO



گلزار صاحب کے ساتھ ساہتیہ اکادمی کے ایک پروگرام میں۔ (کولکتہ)

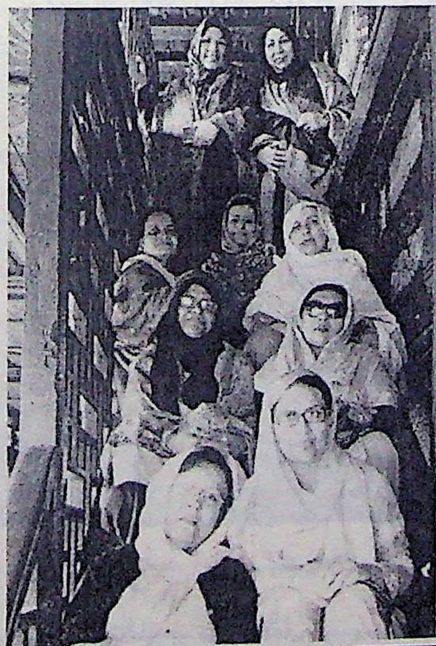


جشنِ ادب دہلی میں رشمی صبا، تنویر غازی، شکیل اعظمی، کنور رنجیت چوہان، عتیق انظر کے ساتھ
آئی جی این سی اے، جن پتھ دہلی



ڈاکٹر رمہ جبین غزال، فاطمہ حسن، اندرا شبنم، سید اصغر ندیم قاسمی، عطاالحق قاسمی، ظہیر انور، پاپولر میرٹھی، پروین کمار اشک، گوپی چند نارنگ، سردار پنچھی، جمشید مسرور، معین شاداب، چندر بھان خیال، ف س اعجاز اور گلزار صاحب اپنا کلام پیش کرتے ہوئے۔

ساہتیہ اکادمی کے ایک پروگرام میں۔ کلکتہ (2010)



بنات: خانقاہ معلی کی سیڑھیوں پر علی ہمدانی کے اوریگی دالان کے نزدیک،
نگار عظیم، ثروت خان، نگہت نظر، صبیحہ سنبل، نسرین ترنم، شفق،
افشاں ملک، آمنہ تبسم، ان کے اور عذرا نقوی (2017)

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

مرچ

میں کیوں بولوں
کس سے بولوں
پرائی آوازوں کے
وہ سب
گِروی ہیں
اپنوں کے گِروی
میرے
ہاتھ پیر اور سانسیں ہیں
اُنکو میری آواز نہیں
ہاتھ پیر اور سانسیں درکار ہیں
میری آواز
خاموشی کی سُرنگ میں
مُنہ چھپاتی ہے
بیگانگی
تمام رابطے
اپنے ساتھ بہاتی ہے

OO



کروٹ کی بانہوں میں ڈولتی آواز
Missed Calls میں کھو رہی ہے
پھولے ہوئے تکیہ میں چھپی
تمہاری مہک
میرے بھیتر
دھمال اُٹھائے ہے
Loud Speaker پر
مسجد کی گونج ہے
شبِ قدر ہے
شب محبت
کہاں چھُپا دی تم نے ؟



۵۶

مُڑ مُڑ کے دیکھ رہے چہرہ کو
آنکھوں سے تھام رہی ہوں

پر وہ درد
جس کی آنکھ
تمہارے سینے پہ لگ گئی تھی
بھٹک رہا ہے
گلیوں میں
دھوپ میں جھلستی گلیوں میں !
کیوں بگاڑ دی
تم نے
عادت
درد کی ؟

OO



یہ برستی بارش ہے کہ
تمہاری رفاقت کی بوندھیں
جو مجھ پہ برس رہی ہیں
چاہت کا انوکھا سیک
میرے بھیگے تن کو سکھا رہا ہے
پر بھیگا من
تمہاری چھوَن لیے
وہیں کہیں
تمہارے پاس پڑا ہوا ہے
دیکھو ذرا
تمہاری مسافتوں کو
اس کا احساس
نہیں شاید



تُو دور ہے
کوسوں دور ہے لیکن
محبتوں میں رچے رستے
مختصر ہیں بہت
کروٹ کی بانہوں جتنے مختصر ...
مصنوعی شہر سے
تمہاری سرد آہیں
اپنے ہونٹ
میری شہ رگ پہ رکھتی ہیں
کبھی سبزے پہ چلتی ہیں
تو کبھو
بلیوارڈ پہ ٹہلتی ہیں
کبھی وُلر کے گرد

پورا چکر کاٹتی ہیں
تو کبھو
مخدوم صاحب کے
زینہ چڑھتی ہیں
چرارِ شریف میں منت مانگتے ہوئے
دھاگا باندھتی ہے
اور ویری ناگ کے چشمے میں
اپنا
چہرہ تکتی ہیں ......

OO



یہ تم نے کیا کیا ؟

جو سوائے اپنے

سب کا سوچتی

اُسی سے

اسی سے تم نے کہہ دیا

کہ دوسروں کا بھی

سوچا کرو

افسوس صد افسوس

تمہارے فہم کی گود میں

اُس نے دم توڑا

انا للہ و انا الیہِ راجعون ۝



حج

بس تمہارے کام کے
میرے ہاتھ اور پیر ہیں
رہنے دو
سر کا کیا کرو گے
دل کا کیا کرو گے ؟

OO

ھو

نہیں جلاتی اب دیا ......

روشنیوں کا متوالہ

وہ دیوانہ آتا

ایک دیا سلائی سے

ایک سو ایک دیے

محبت کے

روشن کرتا ......

میرا چراغ

میرے لہو سے جلتا ہے

جواب خشک ہو چکا ہے

''محبت''

لفظ کی طرح

اپنی منطق بدلتی ہے

OO

جس کے قدموں میں
خود کو رکھا تھا
کہ کسی لمحے
مجھے سمجھے گا
اک خواب تھا
جو میری آنکھوں میں
رُکا پڑا ہے ......
آؤ کہ اب دفنا دیں
اُس خواب کو
اُنہی پیروں تلے

OO

ہم

من میں آتے محبت سے
تو مجھ میں بس جاتے
بدن میں میرے
تم آئے نہیں !
بدن میرا
میرے من کے
احاطے میں ہے
تم کم پڑ گئے
احاطے میں ......

OO



تین ہزار کنال میں
آنکھ کھولنے والی
بوسیدہ عمارت کی
تیسری منزل میں نظر بند ہے
کون جانے اُس کا دکھ ؟
کھلی زمینوں میں
نیلے آسمانوں پہ
دھنک پکڑنے والی کی نظروں سے
آسمان اوجھل ہے
کون جانے اس کا دُکھ ؟
لال گلابی سیبوں کی
دلکش رہ گزر سے آئی
شہر کے نکڑ پہ درماندہ
وہ جو دھواں پی رہی ہے
سیبوں کی خوشبو میں پلی بڑی ہے
کون جانے اس کا دُکھ ؟

پانی اور مٹی کے نغموں میں
شہدیلی نیند سونے والی کی گود
شور شرابے کے جاگراتے سے بھر گئی ہے
کون جانے اُس کا دکھ ؟
تلوے اُس کے
زمین کے مس کرنے کو ترس گئے ہیں
پانچ آنگنوں میں
تتلیاں پکڑنے والی کا
صحن کہاں ہے
کون جانے اُس کا دُکھ ؟
کون جانے اس درویش صفت کا دکھ
جس کے صحن میں سات چشموں کا زلال تھا
اور وہ..
پیاسی



میری میت
تیسری منزل سے
کیسے نیچے لائی جائے گی
دوز ینے
وہ بھی تنگ
اور پھر میت کو نیچے لائے گا کون ؟
وسیع دل میت
تنگ دل شانوں پر کیسے ٹِکے گی
اور شانے کس کے
اپنوں کے
جن کی میں بیگانی لگتی !
کہیں ان کی مصروفیت

غیر اہم میت کو
اُٹھانے کی
زحمت ہی نہ کرے
تیسری منزل کی بالکنی میں
بیٹھے بیٹھے سوچتی ہوں !





یوں تو کوئی رشتہ نہیں

پر تنہائی

زندگی کی جون میں

بہت سے رشتے جیتی ہے

محبت کا رشتہ ؛ نفرت کا رشتہ

غمی کا رشتہ ؛ خوشی کا رشتہ

ملال کا رشتہ ؛ اُمید کا رشتہ

دغا کا رشتہ ؛ وفا کا رشتہ

...... یوں تو کوئی رشتہ نہیں

پر تنہائی

آدمیت کی جون میں

بہت سے رشتے جیتی ہے

اپنائیت کا رشتہ ؛ بیگانگی کا رشتہ

انتظار کا رشتہ ؛ انکار کا رشتہ

خواب کا رشتہ ؛ خیال کا رشتہ

خاموشی کا رشتہ ؛ اظہار کا رشتہ

...... یوں تو کوئی رشتہ نہیں

پر تنہائی

کسی بھی جون میں گرفتار

بہت سے رشتے جیتی ہے ......





تم بھی تو کوئی خواب دیکھو
پھول کے ہونٹ سے اوس لے لو ...
وفا کی اوس میں بھیگی ٹھٹھر رہی ہو
دھوپ میں کچھ پل پنکھ تو کھولو
جیون کی ذرا زلف تو کھولو
سلجھاتے سلجھاتے الجھ رہی ہو
خود کو سالم خرچ رہی ہو
خواب سب کے پروتے پروتے
دھاگا ریشم ہو گئی ہو
اپنا کچھ تو پسنداز کر لو
تم بھی تو کوئی خواب دیکھو



ہجر

مجھے بار بار فاش نہ کر
محرم نہیں ہے تو
اُن نغموں سے
جو سوزِ عشق کی تار پہ
بجتے ہیں ......
محرم نہیں ہے تو
دشتِ وفا سے
جس کا ذرہ ذرہ
دُھن بن جاتا ہے
محرم نہیں ہے تو
مجھ سے......
وفا میری فطرت ہے
الفت میرا عشق
ہر شئے کی نفی نہ کر
مجھے بار بار فاش نہ کر

○○

ساجن کی سجنی نہیں
سجنی ہوں منجدھار کی
کبھی موج سی......
کبھی جھاگ سی ......
کبھی بہاؤ سی ......
کبھی آب سی ......
پر باوفا ہوں وفا سی ......
موج ہوں
جھاگ ہوں
بہاؤ ہوں
کہ آب ہوں
جب جو کچھ ہوں
عشقِ مسمار ہوں
پر وفا سی ......
باوفا ہوں

○○

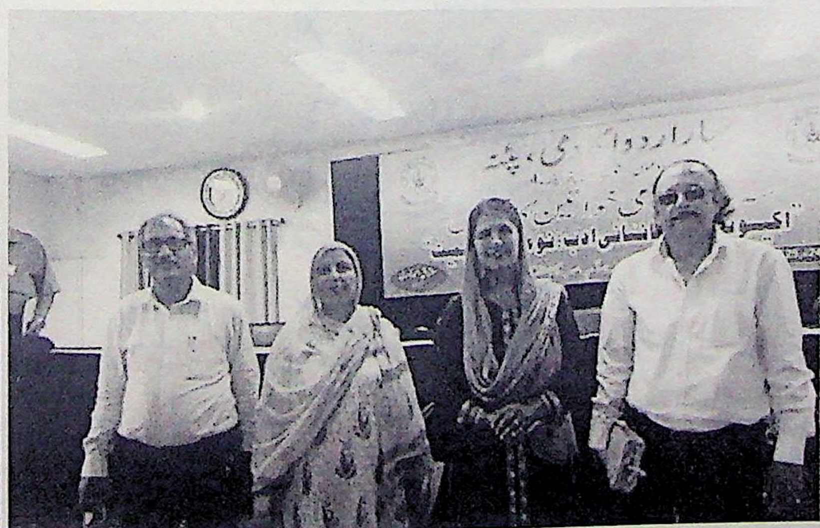


تم کہاں ہو
نظم مجھے کب تلک لیے چلے گی ؟
بے بسی اکلاپا روٹھ
خوشی اُداسی غصے
قصے حادثے
جو مجھ پہ گذرے
نظم پہ لادے ......
سانس پھول رہی ہے
نظم کی
تم کہاں ہو
نظم مجھے کب تلک لیے چلے گی ؟





ہمالین ڈگری کالج راجوری (جموں) میں کل ہند اُردو مشاعرہ کے دوران
رفیق راز، رخسانہ جبیں، شفق سوپوری اور نذیر آزاد کے ساتھ ۔ (۲۰۱۸ء)



مشرف عالم ذوقی، ڈاکٹر نکہت نظر اور صفدر امام کے ساتھ بہار اُردو اکادمی کے پروگرام میں۔ (پٹنہ)

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure



غلام علی، سید اصغر ندیم قاسمی اور عطاالله الحق قاسمی کے ساتھ۔
الحمراء آرٹ کونسل لاہور (2011)



زیر اہتمام ''استعارہ'' گیانیشور مولے کی کتاب ''اندراک آسماں'' کے اجرا کے موقعے پر
حقانی القاسمی کے ساتھ۔ کمانی آڈیٹوریم دہلی (2002ء)



موسم کا مزاج بدل رہا ہے
خوشنماں بادل چھٹ گئے ہیں
خنک ہوائیں زہریلی ہو گئیں
گل لالہ کے رنگ
ہولناک لگ رہے ہیں
موسموں کی اس سازش میں
سب تلاطم پہنے بہہ رہے ہیں ؛
تصادم کے پانیوں میں !
پانیوں کا مزاج کس کے دست رس میں ہے
کس سے پوچھیں کدھر کو جائیں ؟
درد کی اس وادی میں
ہمدردی کا
کہیں کوئی خیمہ نظر نہیں آتا
جگہ جگہ سیاسی اکھاڑے لگے ہوئے ہیں
نس نس میں بیگانگی جم رہی ہے
ذرہ ذرہ مسمار تڑپ رہا ہے !
لمحہ لمحہ کرفیو میں تپ رہا ہے !



نظم

ابھی من کی چھوڑو

تن کی سانس چلنے دو

تن کے ہونٹوں پہ زندگی

اپنے لب رکھے

تو مہک اُس کی

من کے بھیتر پھیلے گی

تن کی سانس جیون سے بھر جائے

تو من کی بانسری بجے گی ......

...... جیون بے سُدھ پڑا ہوا ہے

کرفیو نے اُس کے لب سلے ہیں

اور ہر سمت بو دی ہے

بے چینیاں !

جانا

جانا تم تو اہل غم ہو

اہل دل ہو

سکون بھرا

کوئی لمحہ تو بھیجو !

OO

ہم بچوں کو خواب نہیں دیتے
اُن کی آنکھیں پھوڑ دیتے ہیں
ناشپاتی کے باغوں میں
پیلی قبریں دکھتی ہیں
قدرت کی آنکھ سے
آنسوؤں ٹپک رہے ہیں
یہ آنسوؤں
مٹی کو گیلا نہیں کرتے
زمین کے ہونٹ
سوکھ رہے ہیں
اُس کی پلکوں پہ
ہیولا جم رہا ہے !
یا باری اب کے
زمین کا سینہ چاک کردے
جہاں پیلٹ گن سے بچی نظریں
پناہ لیں

OO

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

چالیسواں دن ہے کرفیو کا
اب وادی ہی میں نافذ نہیں
کرفیو تیرتا ہے
لہو میں میرے
چاند کے ساتھ ساتھ
بن جاتا ہے باطن کی آنکھ
لے لیتا ہے اپنے دسترس میں
میرے دن اور رات ؛
جاگتے خیال اور سارے خواب !

بے چینی کے تلاطم میں
بے بسی کے تصادم میں
جسم چھوڑ دیتا ہے
چاند کا ہاتھ !
کرفیو کی کائنات میں
خاموشی کا سناٹا
آنسو بن کے ٹپکتا ہے
من کے دائرے بھگوتا ہے
پل پل رات رات



ہجر

خوشبو ہوں

کہاں چھپ جاؤں؟

بارود کا غبار مجھے سونگھ رہا ہے

رستوں پہ پھیلے

Concirtina کے دائرے

مجھے اوڑھ رہے ہیں

سفر حیران ہے

قدم پریشان

سفر پاپوش کے سینے میں سما رہا ہے

قدموں کی دھڑکن اُلجھ رہی ہے

Concirtina کے کانٹوں میں!

حسن و سکون کی تلاش میں نکلی سانسیں

تھم رہی ہیں

Concirtina کے سینے میں

لے کے ہاتھوں میں میرے من کا ہاتھ !

کرفیوزدہ اس بے زبان چوراہے پہ
سانسوں سے کہہ دو
کہ چھوڑ دیں میرے من کا ہاتھ
کوئی انہیں بتا دو
کہ مسمار ہوئے حسن کو نہیں سنوار سکتے
میرے من کے ہاتھ
کوئی انہیں سمجھا دو
کہ کھوئے ہوئے سکون کو نہیں تلاش سکتے
میرے من کے ہاتھ
نابینا ہو گئے ہیں اب کے
میرے من کے ہاتھ ....



ہے

انتشار کیوں بوتے ہو
وقت کا سایہ ڈھلتے ہی
نئی دھوپ آئے گی
نئی کونپلیں کھلیں گیں .....
انتشار سے اُگی ٹہنیاں
نفرت کے پھولوں سے لد جایں گی
پھول اپنی خوشبو سے کٹ جائینگے
زمین اپنا سینہ چاک کرے گی
اور کھدیڑ دے گی اپنی کھیت سے
تمہارا منچ ....

OO

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure



نظمیں سُن اکتا گئے کیا
لو میری آنکھ کا کاجل پڑھ لو
پر جب آنکھیں
بارود کا غبار پی لیتی ہیں
اُن کے کاجل خواب و سنگار
سب ذایل ہو جاتے ہیں ...
کاجل مل کے مٹی میں
سرمئی شام تو جنتا ہے
خواب کہیں کمہار کے جا کے
چاک پہ چڑھ جاتے ہیں
اور سنگار سارے
مانگ پٹی میں روپوش
جہلم میں بہہ جاتے ہیں ...
آنکھیں خالی خالی
سونی سونی رہہ جاتی ہیں
من سے ان کے کوئی آواز

نہیں گزرتی

چاہے دستک ہو وہ وصل کی
یا ہو پھر وہ ہجر کی چاپ
خالی آنکھیں پڑھ لو گے کیا ؟
سونی آنکھیں جی لو گے کیا ؟
اچھا ہے نظم ہی سن لو
بارود کی آنکھ میں کاجل والی !



ہے

تابوت اُٹھتا کیوں نہیں
کہیں کوئی جڑ
بنا اکھڑی تو نہیں
جو ہو بھی تو
محسوس کیوں نہیں کرتی
کہ زمین مجھے
معذول کر چکی ہے !

OO

یہ وقت کہرام میں
کون لایا ہے مجھ کو
میں تو دھنک کے رنگ میں
رنگ رہی تھی ......
یہ گلالِ غم کی ہولی
کون کھیل گیا
نیلے آسمانوں میں ؟
رنگ برنگی تتلیوں کے پر
کون مَسل رہا ہے
سبزہ زاروں میں
کُتر کے ریشم
ریت کون بچھا رہا ہے
دیوان خانوں میں
وہ جو بھی ہیں
ہیں تو گنہگاروں میں ......

اے کاش دھنک رنگ میں
اک بار وہ بھی رنگ جاتے
گناہ ان کے دھل جاتے
محبتوں کی سیرابی میں
اپنائیت میں گھل جاتے
مہکتے پھول کھل جاتے
وقت کہرام ٹل جاتا ......

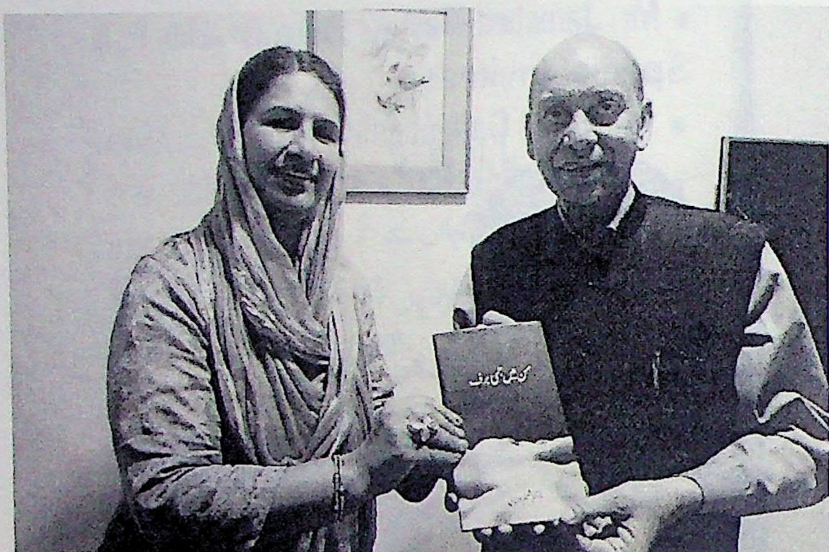
OO

دلاسہ نہیں

مجھے حق دیدو
محبت مانگنے کا حق
محبت دینے کا حق
محبت جینے کا حق ...
اب کے نہ کوئی الزام
مقدر کو دونگی
نہ ہی اپنے بخیے
اُدھیڑ دونگی ...
مجھے خاک کرنے کی مشق میں

خدا کو کٹہرے میں کھڑا مت کرو
شاطروں کی عدالت میں نہیں
محبت کے سجدے میں آنے دو
نفرتوں کی ہریالی
مجھ میں مت اگنے دو
نیتیں جو پاک نہیں
مجھ میں مت بونے دو
مجھے اپنی مٹی سے
رل مل کر جینے دو
دلاسہ نہیں مجھے حق دیدو

OO



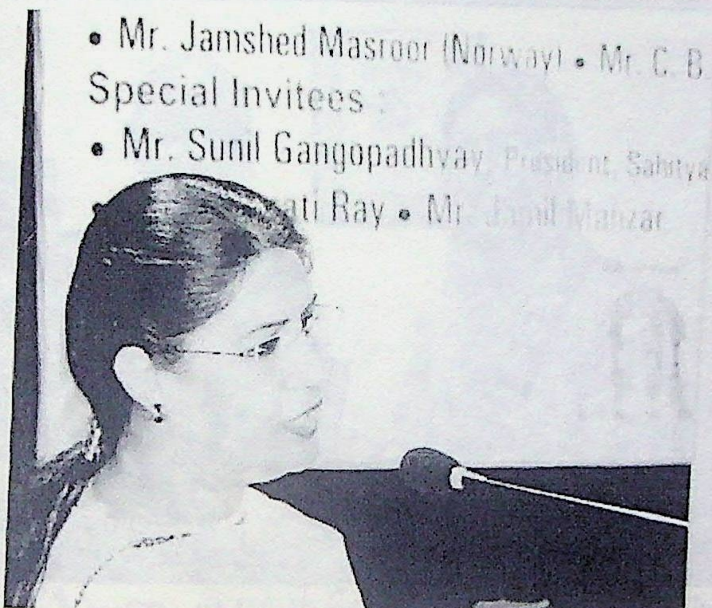
پاپولر میرٹھی کو اپنی کتاب ''من میں جمی برف'' پیش کرتے ہوئے۔ پاسبانِ ادب ممبئی



شبنم عشائی کی کتابوں کی رونمائی کرتے ہوئے

صدر شعبہ ہندی اردو تاجک نیشنل یونیورسٹی دوشمبہ تاجکستان پروفیسر قاربناف حیدر

اور وزیٹنگ پروفیسر ڈاکٹر مشتاق صدف (تاجکستان: 2022)



ٹیگور صدی کے موقع پر کولکتہ میں (2010)



اپنا کلام پیش کرتے ہوئے۔ الحمراء آرٹ کونسل لاہور۔(2013)



پانی اُتر چکا ہے
زندگی کہاں ہے ؟
دلہن سی کوٹھیاں
کھنڈر کب بن گئیں ؟
شہزادیوں کی مانگ میں
کیچڑ کون بھر گیا
ہتھیلیوں کی مہندی
دلدل کب بن گئی !
دلدل تو مورخ بھی
دفنا چکی ہے
جنت میں سکوتِ مرگ
چھایا ہوا ہے
تاریخ کے استخواں
بکھرے پڑے ہیں
شہر ویراں کا واویلا ہے
زندگی کہاں ہے ؟





بھاڑ سے جو نکلی ہو

تو کیا ہو

کبھی گرنیڈ تو کبھی Bom Blast

کبھی کرفیو تو اب بھاڑ

بھاڑ سے جو نکلی ہو

تو کیا ہو

اے جانِ بے طلب

ظلمت کے پاتال میں

تو فنا کیوں نہیں ہوتی

بار بار

ابھرتی کیوں ہو ؟





پاگل پانی
کہاں بہا لیے جا رہے ہو
کہیں تو کنارے لگاؤ
کفن میرا
تار تار ہو رہا ہے
پاگل پانی
کہیں میری لحد بھی
بہا نہ لینا !



مجھے

پہنچ گئی پھر قبرستان

......باہر سیلاب

......اندر سیلاب

باہر کا سیلاب
تھم رہا ہے
پر لحد میں اپنی
آؤ گی کیسے
سیلابوں سے پھول گئی ہو
اندر کا سیلاب بھول گئی ہو

OO

ھ

فرصتِ شفقت

جرأت محبت

کہاں بہا کے آئے ہو ؟

گدلے پانیوں کی تہہ سے

نکل تو آئی تھی

کہ شفقت کے سایئے تلے

محبت

میرے غم دھولے

...... دیکھو

تیرنے لگی ہوں

اندیشہ تنہائی کے

پانیوں میں

میرے سوچنے سے پہلے

پھینک دو اپنی آنکھیں

گدلے پانیوں میں !

OO



اُمید کی کونپلیں
نکل تو آئیں تھیں
اما سیلاب کی دلدل میں
چھپ گئی ہیں ......
کونپلوں پہ گری شبنم
نا اُمیدی کے لب
یوں تر کر رہی تھی
جیسے ریگستان میں
گنہگار کو زم زم ......
کونپلوں کی نئی خوشبو میں
دل ڈوب گیا تھا میرا
خواب میرے بجھ گئے تھے
کونپلوں کے قدموں میں
میرے من کا مرالاشا
جی اٹھا تھا

کونپلوں کی سانس میں !
اماکونپلیں کہاں چھپیں
کہاں گئیں؟
سانسوذراکدال تھامو
سیلاب کی ناہمواریوں کو
ہموار کردو
کونپلو
تم بھی توسن لو
میں تم پہ لگی
تمام دلدل چاٹ لوں گی
دل کی نذرونیاز
تمہارے نام چڑھادوں گی
نظر تو آؤ
پھر کہیں ......



ہے

من کا باغ

مہک رہا تھا

برجستہ محبت کے شگوفے

بھینی بھینی شبنم .....

جب تم تھے !

جب تم تھے

عشق ساون کے تمام قطرے

دھو رہے تھے ملال سارے

آسمان کے تمام ستارے

دھرتی کے سبھی خزانے

تمام موسم سبھی دعائیں

برس رہیں تھیں
کہ آسیب کی کالی آندھی چلی
من کا باغ اُجڑ گیا
سحر سامری کے اولے پڑے
نہ آسماں کی چاندنی
نہ زمین پہ کوئی پھول بچا
نہ تو بچا
نہ میں بچی
جو بچی تو بس بیگانگی .....
جو بچی تو بس دیوانگی .....



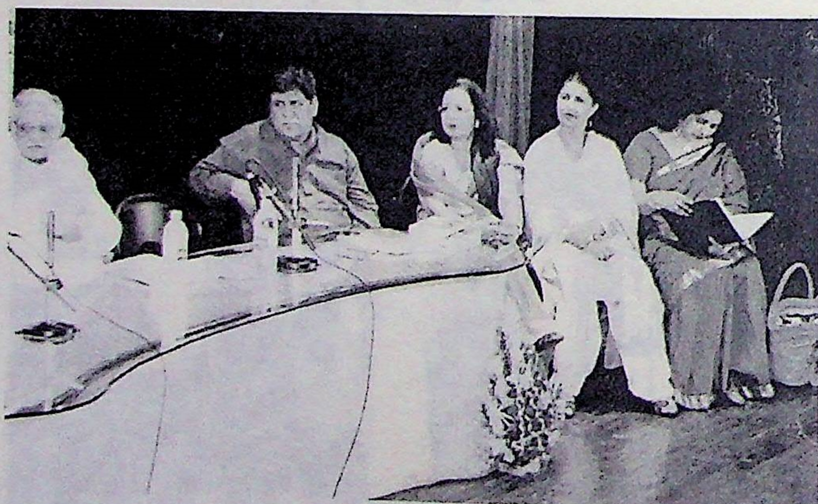
لو
یہ قبر بھی منہدم کر دی
اب کہاں پہ کھولوں
قفل درِ ذات کا
اور سہلاؤں
آبلے من کے !
کہاں پہ دفناؤں گی
شجرے کی تحریر اب
جو لوح محفوظ کو
ذیست کر لوں !
کیا کروں
میں کیا کروں ؟
زنجیرِ زیست کی پکڑ میں نہیں
اپنی ذات میں مقفل ہوں .....

OO

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure



گلزار صاحب کے ساتھ۔ آئی آئی سی دہلی- (2021ء)



ڈاکٹر مہ جبین غزال، فاطمہ حسن، سید اصغر ندیم قاسمی اور گلزار صاحب کے ساتھ۔
ساہتیہ اکادمی کے ایک پروگرام میں (کولکتہ) - (2010ء)



جشنِ ادب کے ایک سیشن میں ''محبت موقوف ہے'' پر گفتگو کرتے ہوئے فرحت احساس شکیل اعظمی اور شبیر مانجی کے ساتھ



جشن ادب دہلی میں پروفیسر وسیم بریلوی کے ہاتھوں ''محبت موقوف ہے'' کا اجرا۔

فرحت احساس، شکیل اعظمی، فہمی بدایونی، عقیل نعمانی، تنویر غازی، کنور رنجیت چوہان، مدہن موہن دانش کے ساتھ

والد کی رحلت پر

جسے زندگی
خاموش نہ کر سکی
وہ ICU میں
چُپ ہو گیا

OO

تم جس دھن پہ ناچ رہے تھے
وہ رقاصہ موت نکلی
میں کس سے قدم ملاؤں ؟

OO

ہو

یہ جو مجھ میں سرسراتے ہو
کھنک سی بن کر مجھ میں
گونجتے ہو
کیسے مانوں
تم نہیں ہو ......

OO



کعبہ کے گرد

تمہارے ساتھ طواف کرنے والے

تمہیں بھول نہیں پاتے ......

تم تو عمر بھر طواف میں رہے

زندگی کے .....

جینے کے جتن میں

تمہاری سانس

کبھی نہیں پھولی

ICU کے Bed پہ لگی

مشینوں کے بیچ

تمہاری سانس ٹوٹ رہی ہے ؟



☙

وہ سفر
جو تم سے میرا تھا
بہہ رہا ہے میری آنکھوں سے
وہ سفر
جو مجھ سے تمہارا تھا
تھم رہا ہے کسی ہتھیلی پہ
تمہارے ہاتھ تو پگھل گئے تھے
زمین کے سونا بنانے میں
اُن کے ہاتھ سالم ہیں
اور لدے ہوئے ہیں
سونے سے
میرے ہاتھ تو خالی ہیں
لیکن من بھرا ہے
شور سے ......

○○

☙

میرا سفر
اُس تابوت میں دفن ہے
جو تمہیں قبرستان پہنچا کے آیا !

OO

ﷴ

ڈاکیہ ڈاک لایا
تمہاری موت نے
اسے روکا نہیں
لیکن لفافے تمام
خالی ہیں ...
کسی میں
کچھ بھی نہیں...
تمہاری موت نے
میری آنکھوں کو
بے بصر کر رکھا ہے
لفظ پہنچاننے سے
روک رکھا ہے !

OO

ہم

اب کہاں تکتا ہے کوئی
راہ میری ایسے
جیسے رات
آنکھوں میں انتظار
اور لبوں پہ پیار لیے
تم کھڑے تھے
وہ ....
خواب کیوں تھا ؟

OO

ھ

تم کہاں مرے ہو
میرے من کے مصلیٰ پہ
تم تو سجدے میں ہو

OO

ہے

جس کے گرد میری کائنات گھومتی

وہ مجھے

زندگی کے پائدان پہ لٹکا کے

نکل گیا .....

OO



اُس زمین نے تجھے کیسے نگل لیا
جس کے سینے میں تم دھڑکتے تھے
جس کی نسوں میں تم
دوڑتے تھے، پھرتے تھے
کیسے تھم گئے تم
اُس زمین میں ؟
حیرانی کی کالی دھند
میرے وجود میں پھیل گئی ہے
اور باغ میں
سفید گلابی زردی مائل
شگوفے کھل رہے ہیں
وہ جنگلی پیڑ بھی
جن پر تم نے بوگوشہ کے

پیوند لگوائے تھے

کھلے ہوئے مہک رہے ہیں

تمہارے باغ میں

جس کے ایک کونے میں

تم تھم گئے ہو قبر میں !

پاپا ذرا ایک بار

اُٹھ کے تو دیکھو

سونگھ کے تو دیکھو......



ابھی

اسی جان سے ہمکلام ہوں

جو اپنا جسم

زمین میں چھوڑ کر آئی ہے

وہ جسم جو

ڈگمگانے سے پہلے

زندگی کا ستون تھا

وہ جسم جو

دفنانے سے پہلے

روح کا سکون تھا

ابھی

اُسی جان سے ہمکلام ہوں

وہ جان

برہنہ ہے اور گواہ ہے

محبتوں کے زوال کی

نظر بند کئے ہوئے خیال کی

وہ جان

برہنہ ہے اور گواہ ہے

عشق کی خدائی کے جلال کی

میرے من وتن کے جمال کی

وہ جان

برہنہ ہے اور گواہ ہے

زندگی کے ستون کو

روح کے سکون کو

اژدہے سے ڈسوانے کی .....



ہچ

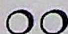
میں اُس کی آخری ہچکی ہوں
مٹی نے اسے چاب لیا
مٹی کے لبوں پہ ٹپکتا لہو
میں نے پی لیا .....
لہو میری حلق میں
کب تلک قرار کرے
وہ بہے گا
لب بستہ تن سے
من کی انگڑائی تک
میں زندگی پہ تھوک کے
بکھر بھی جاؤں

پر وہ ابھرے گا
میرے کسی ضرب میں
وہ اُچھلے گا
بھنور در بھنور
میری روح کے کرب میں
میں اُس کی آخری ہچکی ہوں !

○○



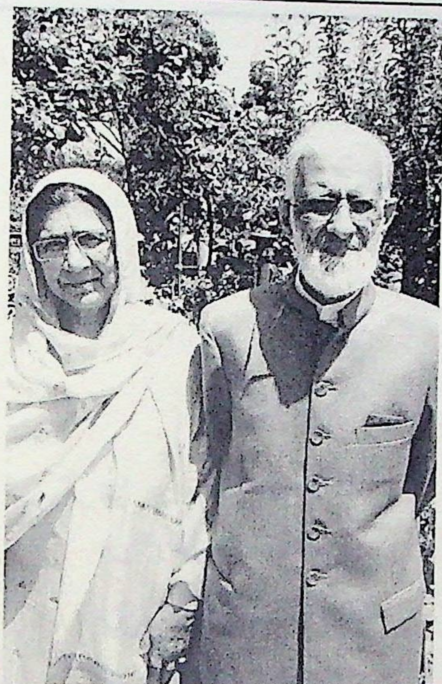
بیٹی نہیں
فخر تھی اُسکا میں
داستان حیات کا
ہیرو تھا وہ
درشاتا تھا وہ مجھے ...
مرا تو شامل ہوئے سب
فخر اُس کا توڑنے والے
محبتیں مسمار کرنے والے ...
جشن کی دھن میں تھے سب رقصاں
کہ مرا لاشا چیخ پڑا
اے میرے فخر
اپنے خاتمے کا اہتمام کر
تمہیں درشانے والا نہیں رہا !



☙

پاپا
دروازہ کھول دو
اپنی لحد کا
مجھے اندر آنے دو
تمہاری جاگیروں میں
میری قبر کہیں نہیں ہے ...

○○



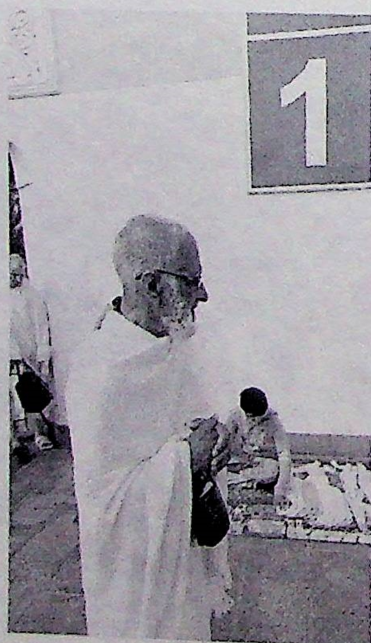
والدین گھر کے صحن میں



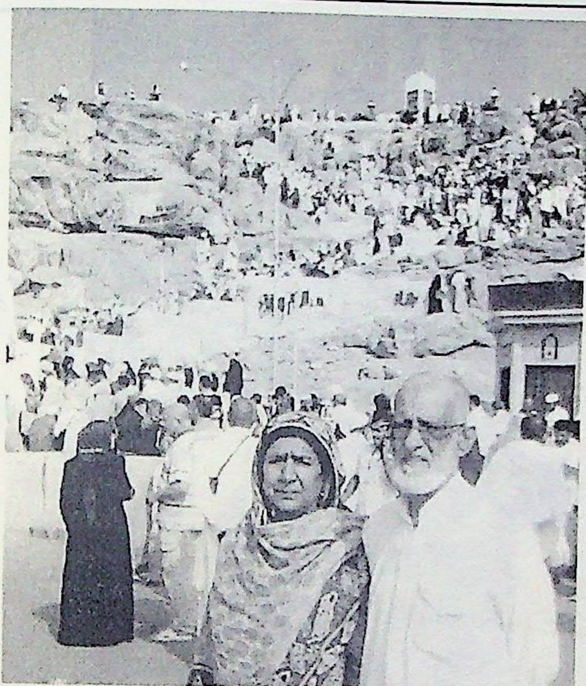
والدین میقات پے (۲۰۱۹)



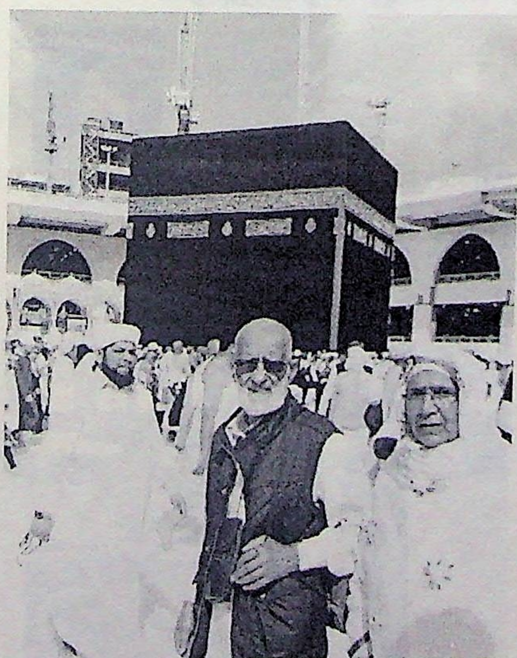
والدین کے ساتھ عمرہ (۲۰۱۹)



والد صاحب کا آخری عمرہ ۱۳ فروری ۲۰۱۹ء - میقات



والدین حج کے دوران (۲۰۱۲)



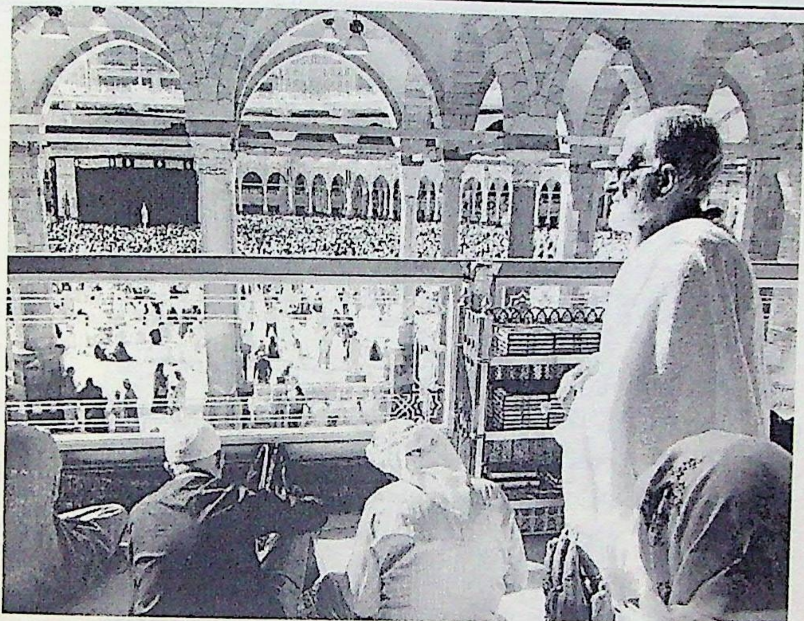
والدین مکہ شریف عمرہ (۲۰۱۶)



والدین اور علی محمد وٹال ، مدینہ (۲۰۱۸)



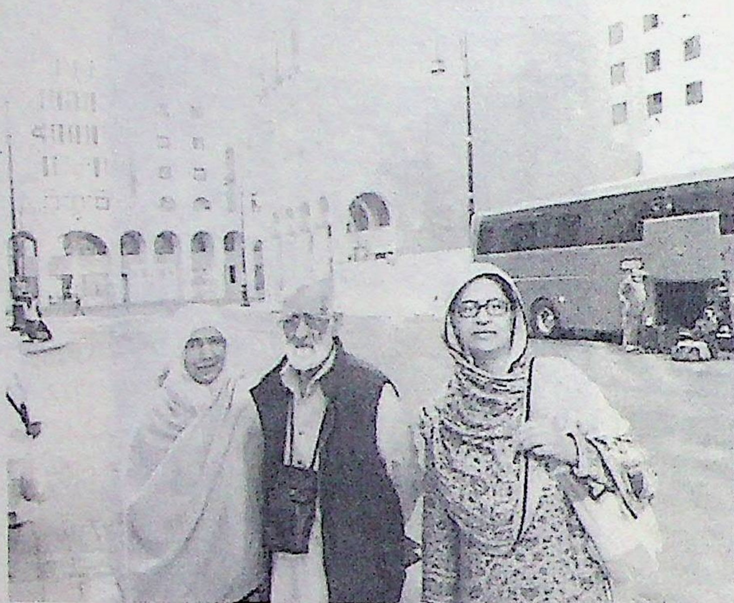
والد صاحب اور علی محمد وٹالی، عمرہ کے دوران (۲۰۱۸ء)
ایک ریسٹورنٹ میں کھانا کھاتے ہوئے۔



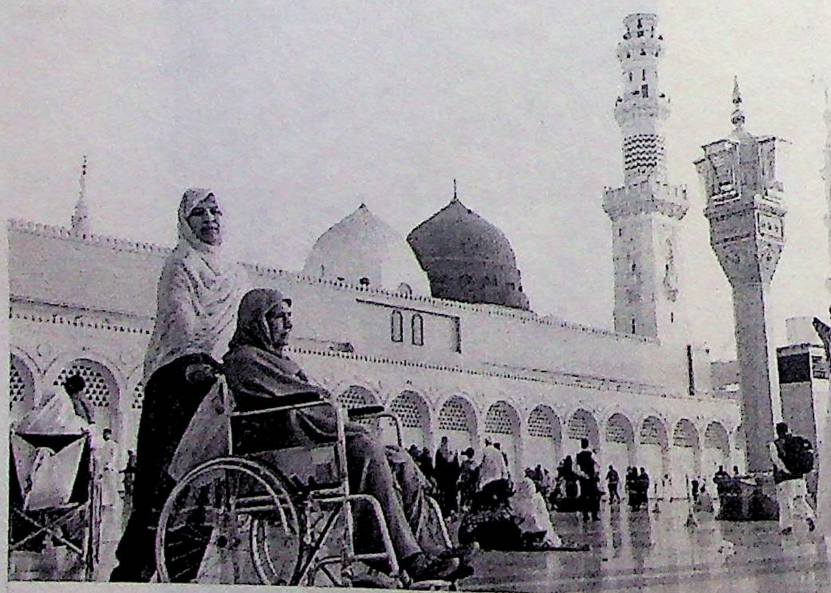
والدین، مکہ شریف عمرہ کے دوران (۲۰۱۵)



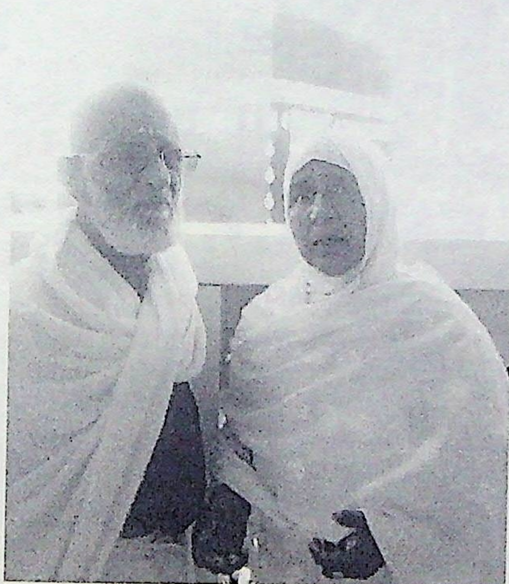
والدہ کے ساتھ عمرہ کے دوران (۲۰۱۵)



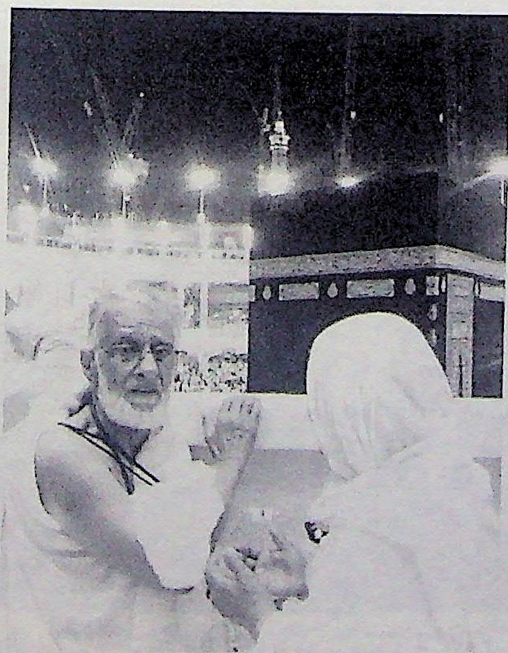
والدین کے ساتھ مدینہ منورہ میں (۲۰۱۸ء)



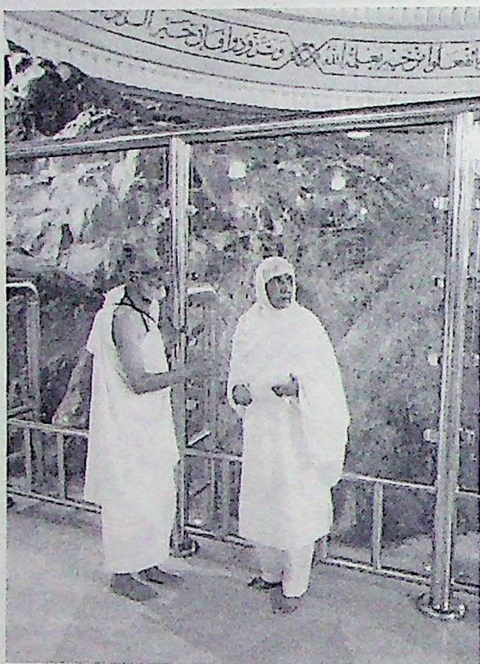
والدہ کے ساتھ مسجد نبوی (مدینہ) - ۲۰۱۶ء



والدین عمرہ کے دوران (۲۰۱۵)



والدین عمرہ کے دوران (۲۰۱۶)

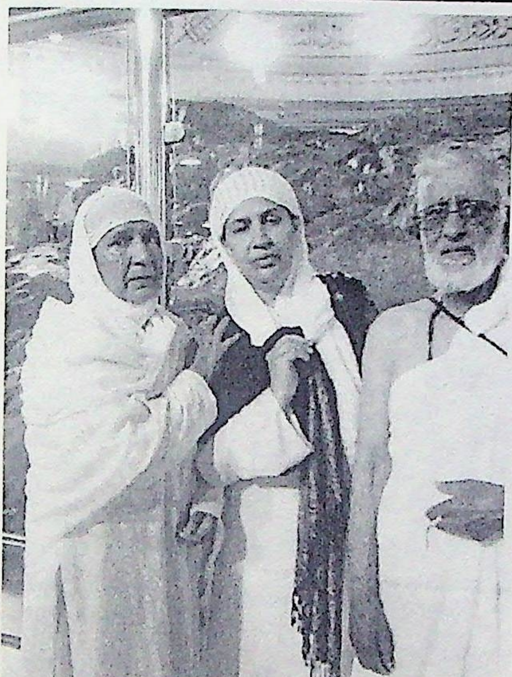


والدین صفا مروہ (۲۰۱۵ء)



والدین صفا مروہ (۲۰۱۵ء)

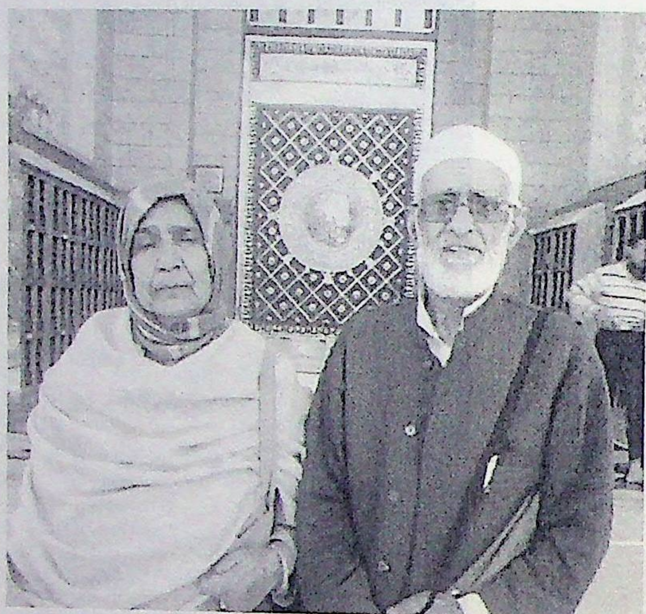
Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure



والدین کے ہمراہ صفا مروہ (۲۰۱۵)



والدین طوافِ کعبہ (۲۰۱۶)

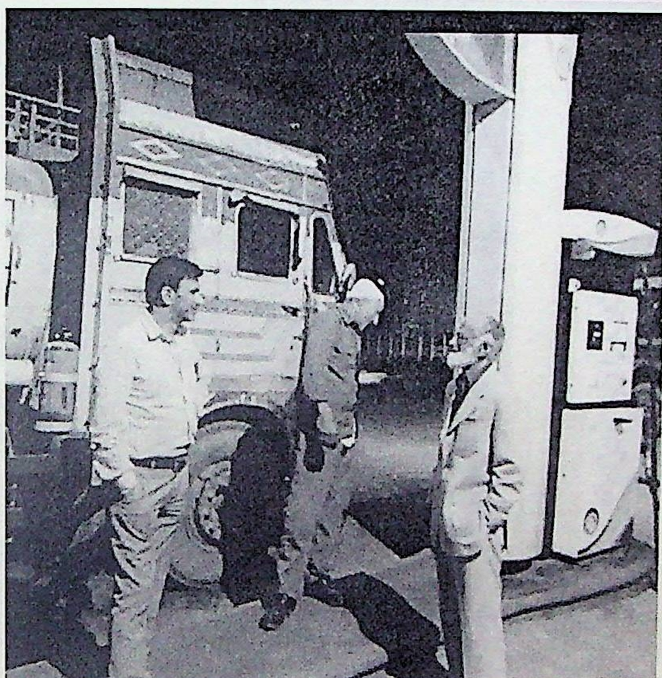


والدین مسجدِ نبویؐ مدینہ منورہ (۲۰۱۵)



والدین مدینہ منورہ میں (۲۰۱۸ء)

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure



والدصاحب کے ہمراہ برادرم سلیم عشائی اور ڈرائیور محمد سلطان
عشائی فلنگ اسٹیشن تا پر پٹن (کشمیر)



ڈاکٹر شبنم عشائی، مدینہ منورہ میں (۲۰۱۸ء)

کووڈ ۱۹

ہے

چھپ جاؤ
سب کے سب
چھپ جاؤ
اب کے قدرت
تپش میں ہے ...

○○

ہم

کس المیہ نے جنمی

یہ ہوا
جو زندگی کو
سانس نہیں لینے دیتی
صرف موت اگاتی ہے ؟
موت کے جنگل
پوری کائنات میں
خودرو گھاس سے
پھیل رہے ہیں
انسان خود میں سمٹ رہا ہے
زندگی کا دم گھٹ رہا ہے
.....حیات کے حیرت گاہ میں
انسانوں کے بھید پڑے ہیں
کہتے ہیں
خوف خدا کا
قتل ہوا ہے .....

OO



کائنات

سناٹے کی چادر میں
اونگھ رہی ہے ...
زندگی کے بدن کا جھاگ
ساحلوں پہ سوکھ رہا ہے
کوئی لہر
اب سر نہیں پٹکتی
کوئی آواز
اب بدن سے
من تک نہیں آتی
من
خاموشی سے سُن ہو رہا ہے
سناٹے کی سیلن پھیل رہی ہے
جانے کیا کچھ نازل ہونا ہے
قدرت کیا کچھ سوچ رہی ہے .....



نظم

خوشنما لبادے میں
وہ جو آدمی ہے
بدھا ہے
خودساختہ پارسا
اسکی ناپاک نگاہیں
سورج دیوتا کی کنواری بیٹی پہ پڑتے ہی
شہر پر وباء کا فالج گرا
اور زندگی قید ہوگئی
..... خودساختہ پارسا
وباء کے قورنطین میں
اپنی نگاہیں قید کرنے سے پہلے
فالج زدہ شہر کے آثار سے
اپنے وجود کے گناہ تو اُٹھاؤ

OO



زندگی کو نور بخشنے والے
نمناک عشق چہروں کا
جنازہ نکل چکا ہے
تدفین کی بھیڑ سے
اک بیمار زندگی
ناگہاں اُگ آئی ہے
جس کی سانس
کورونا
اپنی انگلیوں پہ گن رہی ہے
اور وہ
ایک اَن دیکھے غبار میں
گم ہو رہی ہے !





میں اب زندگی کا چہرہ بھول گئی ہوں
وباء کی منڈی میں
یہ کہاں پہ ملے گا
ہر سو گھبرائے ہوئے چہرے ہیں
گو کسی سینے میں سانس نہیں
دُکھ بھرے قدم
سانسوں کی کھوج میں رنج سے بھاری ہیں
بن سانس کے جسموں تلے راستے
سہمے ہوئے ہیں
کفن غائب ہے قبرستان نابود
انسان کچرے کی مانند
سڑک پہ جل رہا ہے
دھواں کیسے کیسے چہرے بنا رہا ہے
پر زندگی کا چہرہ کہیں نہیں !



ہم

Covid 19 سے پہلے
کس کو گماں تھا
کہ زندگی
محض
ایک تجربہ ہے
بے بسی کا .....

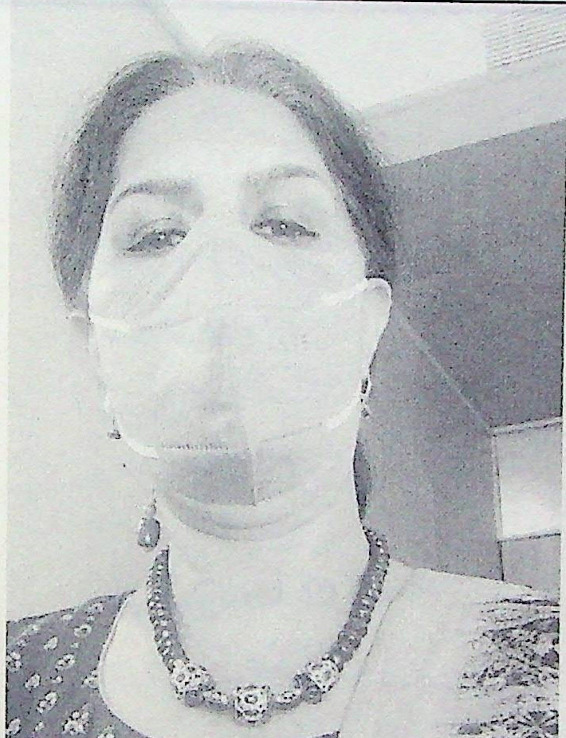
OO

ہم

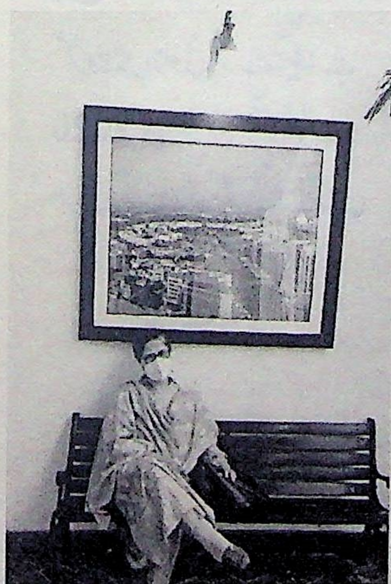
وقت

کرونا میں دھونی مارے بیٹھا ہے
2020 کی دھڑکن بڑھ رہی ہے
عمر کے بڑھتے قدم گھٹ رہے ہیں

OO

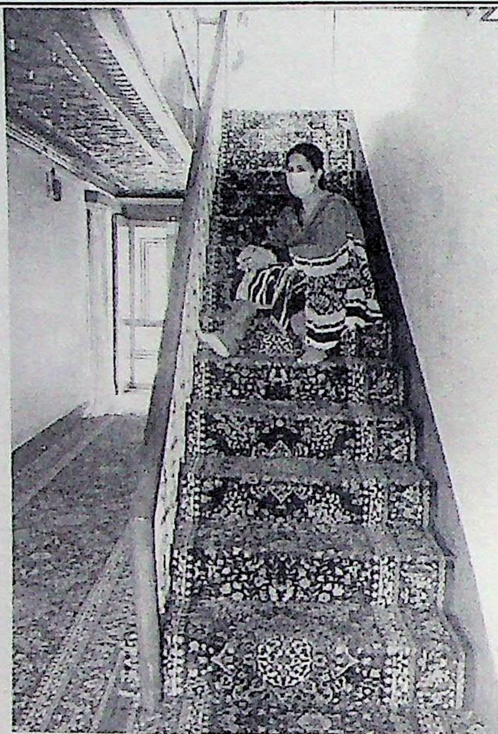


جشن ادب (آئی آئی سی دہلی) 2019



کناٹ پلیس (نئی دہلی)- 2019

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure



گھر کے زینوں پر   اہل خانہ کے درمیان میں (۲۰۱۹)



شہنشاہ پیلس سرینگر میں ایک ادبی پروگرام کے دوران

پروفیسر زماں آزردہ، پروفیسر راشد عزیز، نیلوفر ناز نحوی اور عمر فرحت کے ہمراہ (۲۰۲۱ء)

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

شبنم عشائی کی نثری نظموں میں وہ آہنگ ہے یا نہیں جو شاعری کو مطلوب ہے مگر من کا وہ آہنگ ضرور ہے جو بہت سے آہنگ سے زیادہ پرقوت ہے۔ ان کی شاعری میں وہ وجودی آہنگ ہے جو قدرت نے انسانی کائنات کے ہر فرد کو ودیعت کیا ہے۔ اگر یہ آہنگ نہ ہو تو انسانی وجود بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

شبنم نے لایعنیت سے نہ صرف اپنے وجود کو بچائے رکھا ہے بلکہ باطنی آہنگ سے اپنا خوبصورت رشتہ استوار کیا ہے۔ اس رشتہ نے ان کے تخلیقی وجود کو ایک امکانی آہنگ میں ڈھال دیا ہے۔

شبنم کی نظموں کا کائناتی اور کونیاتی تناظر بہت وسیع ہے۔ ان کی شاعری نسائی شعور و ثقافت میں محصور نہیں ہے بلکہ ان کے یہاں انسانی افکار و اقدار کا آفاقی زاویہ روشن ہے۔ اسرار کائنات، رموز زندگی کا اکتشاف داخلی اذیت و اضطراب کا اظہار اور معاشرتی وضعیات کا احساس ہی ان کے شعری متن کا موتیف ہے۔ تنہائی ان کی تخلیقی ذات کا جلی نشان ہے۔ اسی تنہائی سے ان کی تخلیقیت کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ شبنم کی پوری نظمیہ شاعری ان کی خارجی اور داخلی زندگی کے رابطہ کا خوبصورت اظہاریہ ہے۔

شبنم کی شعری زبان مکالماتی انداز کی ہے۔ اپنی ذات سے گفتگو ہو یا کائنات سے مکالمہ وہ اکثر اپنے من میں بولتی ہیں اور یہی بولی شعری زبان کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ان کی نظموں میں ہجر و وصال یا انکار و اقرار کی کشمکش ہی نہیں بلکہ انسانی وجود سے جڑے ہوئے تمام موضوعات و مسائل ہیں جن سے غیر تفریقی معاشرہ کا بہت گہرا رشتہ ہے خاص طور پر ان کی سچویشنل نظمیں ہمارے احساس کے بند دریچوں کو کھولتی ہیں اور ہمیں ان احوال و کوائف سے آگاہ کرتی ہیں جن سے شاید ہماری واقفیت ذرا کم ہے۔ شبنم کی نثری نظموں میں وہ تمام کیفیات اور کنہیات ہیں جن سے نظموں میں ایک خاص نوع کی تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شبنم نے بہت مختصر عرصہ میں صرف نظم گو شاعرات کے درمیان ہی نہیں بلکہ معاصر نظمیہ شاعری کے منظر نامہ پر امتیازی شناخت قائم کی ہے۔

— حقانی القاسمی (نئی دہلی)

شبنم عشائی اوران کی نظمیہ شاعری سے میری شناسائی آج کی نہیں، دیرینہ ہے۔ شبنم نہ صرف میری مداح رہی ہیں بلکہ 'تسطیر'' کے دورِ اول میں شائع بھی ہوتی رہی ہیں۔ شبنم عشائی اختصار پسند ہیں، جن کا ہر نظمیہ ایک رنگین کیپسول کی طرح ہے جس میں روگیلے جسم سے دکھی آتما تک کے لیے تریاق بھرا ہوا ہے، جو خود میں زہر بھی ہے اور زہر کا علاج بھی۔ شاعری علامتوں، استعاروں، پیکروں، پیراڈوکس، ناسٹیلجا، تجسیم اور دیگر کئی ایسے بے نام عناصر کا امتزاج ہوتی ہے جنہیں بعض اوقات سکہ بند نقادوں کی نظر گرفت میں نہیں لے سکتی۔ شبنم کی شاعری میں پیراڈوکس کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ کتاب کا نام ''برف کا لحاف'' اس کی عمدہ مثال ہے۔ لحاف جو یخ برفیلی راتوں میں بستر پہ جسم کو گرم اور حرارتِ غریزی کو قائم رکھنے کیلئے اوڑھا جاتا ہے لیکن جب وہ ہی برف بن جائے تو زندگی منجمد ہونے لگتی ہے۔ اس ضمن میں شبنم عشائی کی ایک نظم مطبوعہ تسطیر مارچ 2000ء کی پہلی دو سطروں کا حوالہ بھی ضروری ہے:

بستر
اک بے خوابی کا صحرا ہے

شبنم کی شاعری کی دیگر خصوصیات میں مظاہر، عوامل اور کیفیات کو سادگی اور بے ساختگی سے مجسم کر دینا اور جذبوں کی سلگتی ہوئی ایک ایسی تپش ہے جس میں دھواں کم اور آنچ زیادہ ہے، کشمیر کی کانگڑی جیسی آنچ جس میں نرمائی بھی ہے اور گرمائی بھی۔

نصیر احمد ناصر

راولپنڈی، پاکستان (11 جون 2023ء)



Tafheem Publications
Rajouri (J&K)
JTS Publications
New Delhi

ISBN 978-93-95669-82-5



شبنم عشائی اوران کی نظمیہ شاعری سے میری شناسائی آج کی نہیں، دیرینہ ہے۔ شبنم نہ صرف میری مداح رہی ہیں بلکہ 'تسطیر'' کے دورِ اول میں شائع بھی ہوتی رہی ہیں۔ شبنم عشائی اختصار پسند ہیں، جن کا ہر نظمیہ ایک رنگین کیپسول کی طرح ہے جس میں روگیلے جسم سے دکھی آتما تک کے لیے تریاق بھرا ہوا ہے، جو خود میں زہر بھی ہے اور زہر کا علاج بھی۔ شاعری علامتوں، استعاروں، پیکروں، پیراڈوکس، ناسٹیلجا، تجسیم اور دیگر کئی ایسے بے نام عناصر کا امتزاج ہوتی ہے جنہیں بعض اوقات سکہ بند نقادوں کی نظر گرفت میں نہیں لے سکتی۔ شبنم کی شاعری میں پیراڈوکس کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ کتاب کا نام ''برف کا لحاف'' اس کی عمدہ مثال ہے۔ لحاف جو یخ برفیلی راتوں میں بستر پہ جسم کو گرم اور حرارتِ غریزی کو قائم رکھنے کیلئے اوڑھا جاتا ہے لیکن جب وہ ہی برف بن جائے تو زندگی منجمد ہونے لگتی ہے۔ اس ضمن میں شبنم عشائی کی ایک نظم مطبوعہ تسطیر مارچ 2000ء کی پہلی دوسطروں کا حوالہ بھی ضروری ہے:

بستر
اک بے خوابی کا صحرا ہے

شبنم کی شاعری کی دیگر خصوصیات میں مظاہر، عوامل اور کیفیات کو سادگی اور بے ساختگی سے مجسم کر دینا اور جذبوں کی سلگتی ہوئی ایک ایسی تپش ہے جس میں دھواں کم اور آنچ زیادہ ہے، کشمیر کی کانگڑی جیسی آنچ جس میں نرمائی بھی ہے اور گرمائی بھی۔

نصیر احمد ناصر

راولپنڈی، پاکستان (11 جون 2023ء)



Tafheem Publications
Rajouri (J&K)
JTS Publications
New Delhi



Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure